

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سید الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالکرم حقانی

نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدو خال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء ان من البیان سحراً

باب اس بات کا کہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں

○ حدثنا قتيبة ثنا عبد العزيز بن محمد عن زيد بن أسلم عن ابن عمر أن رجلين قدما في زمن رسول الله ﷺ فخطبا فعجب الناس من كلامهما فالتفت إلينا رسول الله ﷺ فقال: "إن من البيان سحراً" أو إن بعض البيان سحر..... وفي الباب عن عمار وابن مسعود وعبد الله بن شخير..... هذا حديث حسن صحيح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو مرد آئے، پس دونوں نے خطبہ دیا (یعنی لوگوں کے ساتھ خطاب کیا اور بات چیت کی) تو ان کے کلام سے لوگوں نے تعجب کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا: بے شک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔..... اس باب میں حضرت عمارؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن غیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جہن سے بھی روایات آئی ہیں..... یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح و تشریح: بعض بیان کو جادو کیوں فرمایا؟

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان من البیان سحراً" أو ان بعض البیان سحر۔ اس میں راوی کو شک ہے کہ رسول اللہ کی زبان مبارک سے پہلے جملہ کے الفاظ نکلے ہیں یا دوسرے جملہ کے۔ معنی دونوں کا ایک ہے۔ یعنی بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ جادو کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے بعض بیان کو جادو فرمایا۔ اور یہ مشابہت اس میں ہے کہ جس طرح جادو مخفی طور پر اثر کرتا ہے اور اس کے ذریعے دلوں کو مائل کیا جاتا ہے اس طرح اثر اشیاء کو مائل کرتا ہے اور مائل ہوتے ہیں۔ پس

اگر یہ مؤثر بیان ایسا ہو جس سے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف میلان پیدا ہوتا ہو اور خشیتِ الٰہی اور تقویٰ پیدا ہو جاتا ہو تو ایسا مؤثر بیان ممدوح اور مستحسن ہے اور اگر اس بیان میں باطل کو مزین کر کے دکھایا جاتا ہو اور قلوب کو باطل کی طرف مائل کیا جاتا ہو تو یہ مذموم و مکروہ ہے پس اس حدیث میں مدح اور ذمہ دونوں پہلو موجود ہیں۔

دو آدمیوں کا فصیح و بلیغ مکالمہ۔ اُن رحلتین قدما فی زمن رسول اللہ

ﷺ فنخطباء

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (مدینہ منورہ میں) حاضر خدمت ہوئے، پس دونوں نے ایسا فصیحانہ کلام کیا کہ لوگوں کو ان کی باتوں سے تعجب ہوا، پس اس موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ: بے شک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ یہ دو آدمی کون تھے؟ اور انہوں نے کیا کہا؟ اس بارے میں۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ مجھے صراحۃً ان دونوں کے ناموں کی واقفیت حاصل نہ ہو سکی۔ لیکن محدثین علماء کی ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ دونوں زبیر بن العاصؓ اور عمرو بن العاصؓ ہیں۔ زبیر بن العاصؓ کے کسرہ کے ساتھ ہے اس کے حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے زبیر بن العاصؓ اس کا لقب ہوا۔ کیونکہ زبیر بن العاصؓ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور اس کا اصل نام و نسب اس طرح ہے: حمص بن بدر بن امرئ القیس بن خلف۔ اور دوسرے کا نام عمرو بن العاصؓ اور اس کا نام ننان بن سبیح تھا۔ دونوں بنو تمیم قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نو ہجری میں بنو تمیم کے وفد کے ساتھ یہ دونوں بھی جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بتاتی ہے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ زبیر بن العاصؓ بن بدر اور عمرو بن العاصؓ بن حمص اور قیس بن عاصم جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے تو زبیر بن العاصؓ نے فخر کے طور پر کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ انا سید بنی تمیم والمطاع فیہم والمجانب اُمتعہم من الظلم
وآخذ منهم بحقوقہم وهذا یعلم ذلک عمرو بن العاصؓ۔

اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میں بنی تمیم کا سردار ہوں ان میں میری اطاعت کی جاتی ہے اور میری بات مانی جاتی ہے میں ان کو ظلم سے روکتا ہوں اور میں ان کے آپس میں ایک دوسرے کے حقوق دلاتا ہوں اور اس آدمی (یعنی عمرو بن العاصؓ) کو یہ سب کچھ معلوم ہے۔ تو اس کے جواب میں عمرو نے کہا۔

اِنَّہ لشدید المعارضۃ مانع لجانہ مطاع فی اذنیہ: بے شک یہ آدمی سخت جھگڑا کرنے والا ہے، اپنے جتنے کا دفاع اور حفاظت کرنے والا ہے اور اس کے حکم کی پیروی کی جاتی ہے۔ تو زبیر بن العاصؓ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ لقد علم من غیر ما قال وما منعه اَنْ یتکلم الا الحسد:

اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میں نے جانتا ہے کہ جو یہ بیان کیا وہ اس کے دل میں ہے اور اس کو واقعہ کے مطابق

بات کرنے سے حسد ہی نے روکا۔

تو اس کے جواب میں عمرو بن لاءِ حمیم نے کہا! انا احسدک؟ واللہ یا رسول اللہ ﷺ، انہ لثیم الخال، 'حدیث المال' أحق الوالد مضیع فی العشیرہ۔ واللہ یا رسول اللہ: لقد صدقت فی الأولى وما کذبت فی الاخرۃ ولكنی رجل إذا رضیت قلت أحسن ما علمت وإذا غضبت قلت أقبح ما وجدت۔ (از تحفة الأحوذی)

کیا میں تیرے ساتھ حسد کروں گا؟ اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ خدا کی قسم اس کے ماحوں کمینہ لوگ ہیں، یہ ابھی ابھی والد ابن چکا ہے اس کے باپ دادا احق ہیں۔ یہ قبیلہ کے بیکار آدمی ہیں۔ خدا کی قسم: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! یقیناً میں نے پہلی باتوں میں بھی سچ کہا اور اس آخری کلام میں بھی میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ جب میں راضی ہوں تو جو اچھی باتیں مجھے معلوم ہوں وہی کہہ دیتا ہوں۔ اور جب غصہ ہو جاتا ہوں تو جو بدترین اور قبیح باتیں محسوس کرتا ہوں وہی بتا دیتا ہوں۔ یہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان من البیان سحر۔ بے شک بعض بیان جادو ہوتا ہے۔

باب ماجاء فی التواضع

تذلل اور عاجزی اختیار کرنے کا بیان

○ حدثنا قتیبۃ أخبرنا عبد العزیز بن محمد عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبیه عن أبی ہریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال: ما نقصت صدقة من مال ما زاد اللہ رجلاً بعفو إلا عزاً وما تواضع أحد لله إلا رفعه اللہ وفي الباب عن عبد الرحمن بن عوف وابن عباس وأبى كبشة الأماری واسمه عمر بن سعد هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، صدقہ مال میں زہر بھر بھی کی نہیں لاتا اور اللہ تعالیٰ کسی آدمی کیلئے (اپنے بھائی مسلمان کو) معافی کرنے کی وجہ سے عزت و شرافت کے سوا اور کچھ نہیں بڑھا دیتا اور جو بھی بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اور عاجزی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بلند کرے گا اور اس باب حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت ابن عباس اور ابو کبشہ ثماری (اور ان کا نام عمر بن سعد ہے) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تواضع و شرف: اس باب میں تواضع کا معنی عاجزی اور ذلیل ہونا ہے اور تواضع کا اصل معنی ہے

کسی چیز کو نیچے رکھنا اور اس کا صدر رفع ہے اس کا معنی ہے اونچا کرنا، اٹھانا، پس تواضع سے مراد اپنے آپ کو نیچے کرنا۔ اپنے نفس کو دبانا۔ تذلل اور عاجزی اختیار کرنا۔

بعض اعمال کا اثر ان کے ضد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے:

ہر عمل کے لئے کچھ خواص و اثرات ہوتے ہیں بعض عمل کا اثر اس کی ضد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تواضع بھی ایک ایسا عمل ہے اس کا اثر بالکل اس کی ضد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی جو آدمی اپنے آپ کو پست اور نیچے کرتا ہے تذلل اور عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے اس کی عزت بڑھاتا ہے اور اس کے برعکس جو تکبر کرے گا اور اپنے آپ کو بڑا آدمی ظاہر کرے گا تو پست اور ذلیل ہوگا۔

پستی سے سر بلند اور سرکشی سے پست اس راہ کے عجیب نشیب و فراز ہیں

اور ایک حدیث میں ہے: من تواضع لله رفعه الله ومن تكبر وضعه الله۔

جو آدمی تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند و بالا کر دے گا۔ اور جو تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے پست اور ذلیل کریگا۔ اسی طرح حج کرنے میں بظاہر مال خرچ ہوتا ہے اس کے ظاہر کے مطابق تو اس کا اثر یہ ہونا چاہیے تھا کہ حج کرنے سے آدمی فقیر بن جاتا لیکن حدیث میں ہے ”الحج تنفی الفقر“ یعنی حج فقیری کو ختم کر دیتا ہے یعنی اس ظاہری اثر کے خلاف یہ اثر ظاہر ہوتا ہے کہ حج کرنے سے آدمی مالدار بن جاتا ہے اسی طرح صدقہ و خیرات کرنے سے بظاہر مال کم ہوتا ہے اسی وجہ سے شیطان ظاہرین آدمی کو جوہ خیر میں مال لگانے کی صورت میں فقیری اور ناداری سے ڈراتا ہے کہ اس مال کو نہ چھیڑوں اللہ کی راہ میں امور خیر میں نہ لگاؤ ورنہ خود فقیر محتاج رہ جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے اس کید شیطانی سے ہوشیار رہنے کی تاکید فرمائی اور اپنی طرف سے مغفرت اور مال کے زیادہ ہونے کا وعدہ فرمایا۔ ان الشیطن یعدکم الفقر و یا مہرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرة منه وفضلاً (الایۃ)

یعنی شیطان تم کو فقیری سے ڈراتا ہے اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ اپنی طرف سے مغفرت کا اور مال کے زیادہ ہونے کا وعدہ فرماتا ہے۔ البتہ اتفاق فی سبیل اللہ وغیرہ ہر چیز میں اعتدال اور میاندہ روی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس کا مستقل طور پر حکم دیا گیا ہے۔ نیز سود سے بظاہر مال زیادہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس ظاہر کے خلاف ارشاد فرمایا: یمحق اللہ الربو ویربی الصدقات (الایۃ) یعنی اللہ تعالیٰ سود کے مال کو گٹھا کر مٹا دیتا ہے اور صدقات کے مال کو اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے مطابق اثرات دنیا میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ سود کا مال بے برکت ہوتا اور بسا اوقات ظاہر ابھی سود کا مال تباہ ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور سودی خود آدمی دیوالیہ بن جاتا ہے اور صدقات سے اموال کا بڑھ جاتا ہے اور زیادہ ہوتا تو ایک ایسا امر ہے کہ ساری دنیا کے مشاہد سے معلوم ہے۔ اسی طرح کسی کی ظلم و زیادتی کے

مقابلے میں اس کو معاف کرنا نیز تواضع اور عاجزی اختیار کرنا بظاہر اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور اپنے اوپر دوسرے کی بالادستی قائم کرنا ہے۔ اور ظاہر کے اعتبار سے تو اس کی عزت کم ہونی چاہیے اور یہ پست اور ذلیل ہونا چاہیے۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی عزت کو ضرور بڑھا دیتا ہے، یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ اس کو بلند و بالا کرتا ہے لیکن اس میں یہ قید لگایا گیا ہے کہ ”اللہ“ ہو یعنی یہ معاف کرنا اور یہ تواضع اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہو پس اگر کوئی آدمی بڑائی کرنے والے کے ساتھ برائی کرنے کا عزم رکھتا ہو لیکن یہ کمزور ہے اور اس کا بس نہیں چلتا اس کمزوری کی وجہ سے وہ انتقام لینا چھوڑ دے تو اس کیلئے یہ وعدہ نہیں۔ نیز تواضع، عاجزی و انکساری اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تب یہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ اس عمل کا بدلہ دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تو نقد بدلہ اللہ تعالیٰ یہ دے گا کہ عاجزی و انکساری کے عوض میں اس کو بلند و بالا کر دے گا۔ اگر یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نہ ہو بلکہ کسی دینی غرض کے لئے ہو یا کسی سے چندہ حاصل کرنے کیلئے چند روپے کی مدد کریں میرے ساتھ تو ایسے تدلیل اور عاجزی پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہیں ہے۔

باب ماجاء فی الظلم ظلم کا بیان

○ حدثنا عباس العنبري أخبرنا ابو داؤد الطيالسي من عبد العزيز بن عبد الله بن أبي سلمه عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: الظلم ظلمات يوم القيامة وفي الباب عن عبد الله بن عمرو وعائشة وأبي موسى وأبي هريرة (رضي الله تعالى عنهم اجمعين) هذا حديث حسن غريب من حديث ابن عمر

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ظلم، اندھیرے ہوں گے قیامت کے دن اور اس باب حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات آئی ہیں۔

توضیح و تشریح: ظلم اور ظلمات

ظلم کا لغوی معنی ہے، وضع الشيء فی غیر موضعه المختص به: کسی چیز کا اپنا موضع محل مخصوص کے علاوہ دوسری جگہ رکھنا، یہاں ”الظلم“ میں الف و لام، جنس کے لئے ہے، یعنی جنس ظلم، قیامت کے دن کے ظلمات اور اندھیروں کا سبب بنے گا۔ جس طرح ظلم کے دو حجاب اور مہر اب ہیں، اس طرح ان کے مطابق قیامت کے اندھیروں کا حال بھی

ہوگا۔ شرک بھص قرآن کریم پر اظلم ہے، پس مشرک کے لئے بڑا اندھیرا ہوگا۔ اس طرح چھوٹے مظالم کے بدلے میں اندھیرے بھی چھوٹے ہوں گے، چنانچہ ظلم کے مختلف انواع و اقسام ہیں اور ”الظلم“ سے جس ظلم مراد ہے جو ہر قسم کے ظلم کو شامل ہے، اس وجہ سے ظلمات کو بھی جمع ذکر کیا۔ نیز جیسا کہ متقین، مؤمنین کو نور ملے گا اور یہ نور ان کو آگے دائیں، بائیں مختلف اطراف سے ہوگا، اس طرح یہ اندھیرے بھی ظالم پر مختلف اطراف سے محیط ہونگے اس اعتبار سے ظلمات کو جمع لایا۔

ظلم دراصل ظلمت سے پیدا ہوتا ہے:

ظلم دراصل دل کی ظلمت اور اندھیرے سے پیدا ہوتا ہے، مسلسل فسق و فجور اور نافرمانی کی وجہ سے بالآخر دل سیاہ ہو جاتا ہے اور ظلمات اور اندھیروں کا گھر بن جاتا ہے، ایسے سیاہ دل سے پھر کفر اور شرک جیسا ظلم بھی صادر ہوتا ہے، اور ضعیفوں اور کمزوروں پر گونا گوں مظالم کے پہاڑ ڈھانے سے بھی اس کا دل ترس نہیں کھاتا، اگر دل ایمان اور ہدایت کے نور سے روشن اور منور ہوتا تو ضرور ان مظالم سے باز آ جاتا۔ پس گویا کہ اس نے دنیا میں اپنے دل کو اندھیروں کا گھر بنایا ہے تو قیامت کے دن بھی اس کے لئے اندھیرے ہی اندھیرے ہوں گے۔ اور راہ نجات پانے کے لئے اس کے ساتھ روشنی نہ ہوگی۔

سورۃ النور وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمات کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ حاصل یہ کہ ایمان، تقویٰ اور عمل صالح یہ نور ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے: نور ہم یسعی بین یدلہم و بذلیمانہم (الایۃ) اور کفر، شرک، بُرے اعمال کرنا اور بندوں کے حقوق تلف کرنا۔ یہ ظلمات اور اندھیرے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں۔ کیونکہ دنیا میں یہ قبائح و مظالم راہ ہدایت پانے سے مانع ہوتے ہیں، گویا یہ اس کے لئے اندھیرے ہیں جن کی وجہ سے ایمان، ہدایت اور فلاح و کامیابی کی راہ اس کو نظر نہیں آتی۔ اور آخرت میں تو ان چیزوں کا ظلمات ہونا پہلے واضح ہو گیا۔

اور بعض کے نزدیک ظلمات سے مراد عذاب اور شدا ند ہیں۔ تو پھر معنی یہ ہوگا کہ ظلم قیامت کے دن کے عذاب، مصائب و شدا ند کا ذریعہ ہوگا۔ یعنی دنیا میں ظلم کرنے کی وجہ سے وہ قیامت کے دن مختلف قسم کے مصائب، شدا ند اور عذابوں میں مبتلا ہوگا۔

باب ماجاء فی ترک العیب للنعمۃ

نعمت میں عیب جوئی ترک کرنے کا بیان

○ حدثنا احمد بن محمد أخبرنا عبد اللہ بن المبارک عن سفیان عن الأعمش عن أبی حازم عن أبی ہریرۃ قال: ما عاب رسول اللہ ﷺ طعاماً قط كان إذا اشتہاه أكله ولا ترکہ... هذا حدیث حسن صحیح..... وأبو حازم

هو الاشجعي واسمه سلمان مولیٰ عزہ الاشجعية۔
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی طعام کو عیب نہیں لگایا۔ (بلکہ) اگر آپ ﷺ کو کھانے کی خواہش ہوتی تو تناول فرما لیتے، ورنہ چھوڑ دیتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اور یہ ابو حازم اشجعی ہیں۔ اور ان کا نام سلمان ہے۔ جو کہ عزہ اشجعیہ کا مولیٰ ہے۔

توضیح و تشریح: ما عاب طعاما قط

جناب رسول اللہ ﷺ طعام میں عیب نہیں نکالتے تھے، جبکہ طعام حلال اور مباح ہو۔ اگر کوئی کھانے کی چیز حرام ہوتی تو اس کو عیب لگاتے تھے اور اس کی برائی بیان فرماتے اور اس کے کھانے سے منع فرماتے تھے۔ حلال اور مباح طعام میں عیب نکالنا اخلاق کریمانہ کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ کبھی بھی طعام میں عیب نہیں نکالتے تھے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ طعام میں خلقت کے اعتبار سے عیب نکالنا جائز نہیں ہے۔ البتہ صنعت کے اعتبار سے (یعنی پکانے اور تیار کرنے میں کچھ نقص اور عیب ہو تو) اس کو بیان کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صنعت میں عیب نہیں ہو سکتی۔ اور مخلوق کی صنعت پکانے کی ترکیب وغیرہ میں عیب ہو سکتا ہے، لہذا اس کو بیان کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طعام میں کسی بھی قسم کا عیب نکالنا جائز نہیں ہے۔ نہ باعتبار خلقت کے اور نہ باعتبار صنعت کے۔ کیونکہ صنعت و ترکیب میں عیب نکالنے سے طعام تیار کرنے والے کی دل شکنی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی جائز نہیں لہذا ایہ ممانعت عام ہے۔

نیز عیب نکالنے سے ایک قسم کی بے قدری اور ناشکری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نعمتوں کی۔ کیونکہ یہ طعام جو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے دیا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے۔ کہ ان کو یہ بھی کھانے کے لئے نہیں مل رہا۔
علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ یہ ایک بہت اچھا ادب ہے، کیونکہ بسا اوقات ایک آدمی کسی چیز کو کھانے کے لئے پسند نہیں کرتا، لیکن دوسرا آدمی اس کو پسند کرتا ہے، اور وہ اسے بہت شوق سے کھاتا ہے اور ہر وہ چیز جس کے کھانے کی شریعت مقدسہ نے اجازت دی ہے، اس میں عیب نہیں ہوتا۔ لہذا عیب لگانے سے بہر حال اجتناب کرنا چاہیے۔ بلکہ اگر پسند ہو تو کھاؤ، پسند نہ ہو تو چھوڑ دو۔ عیب نہ لگاؤ کیونکہ عین ممکن ہے کہ یہ کسی اور کی پسندیدہ چیز ہو۔

اے سیرا ترانان جوین خوش عمایہ
معتوق من است آنکہ بنزدیک تو زشت است
حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف
وز دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است